جب اہلِ حرم شام کے بازار میں آئے   اور بہ ستم فرقۂ کفار میں آئے
روتے ہوئے یادِ شہِ ابرار میں آئے   کس طرح سے آرام دلِ زار میں آئے
نیزے پہ سرِ ابنِ علیؑ جلوہ کناں تھا
سجادؑ کی گردن میں پڑا طوقِ گراں تھا

نزدیک جب آئے درِ حاکمِ گمراہ   باندھے گئے رسی میں غزالانِ حرم آہ
استادہ تھی اک خادمۂ ہند سرِ راہ   دوڑی وہ خبر کے لیے کیا ہند کو آگاہ
لو پھر چکے ہر کوچہ و بازار میں قیدی
کوٹھے پہ چلو جاتے ہیں دربار میں قیدی

کوٹھے پہ تو وہ چڑھ نہ سکی حال تھا تغیر   آہستہ چلی جانبِ در ششدر و دلگیر
ساتھ اس کے ہوئی حاکمِ خونخوار کی ہمشیر   پہنے ہوئے بھائی کی طرح خلعتِ توقیر
تھا مقنعِ زر خواہرِ بے پیر کے سر پہ
کپڑا نہ تھا شبیرؑ کی ہمشیر کے سر پہ

دو کرسیاں لے آئیں کنیزیں جو وہاں فوراً   اور پردۂ در باندھ دیا چھوڑ کے چلمن
دربار کا سب حال ہوا ہند پہ روشن   اک بی بی نظر آئی جھکائے ہوئے گردن
چلائی کہ ہمشیر یا رسولِ عربیؐ کی
یہ تو مری شہزادی نواسی ہے نبیؐ کی

تھرا گئی حاکم کی بہن اُس کے سخن پر   ہاتھ اپنا دھرا ہند خوش بیاں کے دہن پر
بولی مرا بھائی ہے شریعت کے چلن پر   وہ ظلم کرے گا یہ بھلا شہ کی بہن پر
شک ہے تمہیں یہ خواہرِ شبیرؑ نہ ہوگی
ایسی تو مرے بھائی سے تقصیر نہ ہوگی

اتنے میں کھلا تخت پہ واں طشتِ طلائی   ہر سو سرِ شبیرؑ نے کی جلوہ نمائی
یاں ہند کو چلمن سے تجلی نظر آئی   پھر چوب شقی نے جو لبِ شہ پہ لگائی
کرسی سے گری ہندِ حزیں منہ کو پھرا کر
سر پیٹتی باہر گئی چادر کو گرا کر

لرزے اُمرا کانپ گیا حاکمِ اکفر   وہ پردے سے نکلی یہ ہوا جامہ سے باہر
درباریوں کو حکم دیا تخت سے اٹھ کر   ہاں ڈھانپ لو رومالوں سے چہروں کو سراسر
ناموس مرا آتا ہے کھولے ہوئے سر کو
آنکھیں میں نکلواؤں گا دیکھا جو ادھر کو

بانوئے حزیں سہم کے عابدؑ کو پکاری   منہ پھیر لو تم بھی یہاں نکلتی ہے سواری
زینبؑ پہ عجب قہر کا غصہ ہوا طاری   حاکم سے کہا تجھ کو سمجھے خالقِ باری
یاں ہند کا آنا تجھے دشوار ہے ظالم
ناموسِ نبیؐ قابلِ دربار ہے ظالم

لے لو بی بی اب انصاف کرے حاکمِ بے پیر — ناموس کا اپنے تو یزید ہے یہ توقیر
تشہیر کا فتوا ہے پئے عترتِ شبیر — دربار ملاں اور گلیاں صاحبِ تطہیر

واجب ہے تجھے بانوئے دلگیر کی حرمت
وہ ہے تری حرمت یہ ہے شبیرؑ کی حرمت

شرما کے محل میں گیا وہ حاکمِ مکار — ہاتھ آنکھوں پہ رکھے ہوئے تھا اور چھپتا
سر پیٹتے تھے در ماتم میں اور عترتِ اطہار — اک دفعہ ہوئی سامنے سے ہند نمودار

منہ فق ہوا ہوش اُڑ گئے حضرت کی بہن کے
گھبرا کے گری سر پہ شہنشاہِ زمن کے

چلائی غش آتا ہے سنبھالو مجھے بھیّا — لو اب تو حقارت سے بچالو مجھے بھیّا
ہند آتی ہے دامن میں چھپالو مجھے بھیّا — جنت میں اسی وقت بلالو مجھے بھیّا

رکھ لیجئے پردہ مری عزت کا حیا کا
صدقہ علی اکبرؑ کی جوانی کی قضا کا

یہ نوحہ تھا جو ہند قریب آ گئی ناگاہ — دیکھا کبھی زینبؑ کو کبھی سوئے سرِ شاہ
پہلو میں تڑپ کر یہ پکارا اول آگاہ — یہ بنتِ یداللہ ہے وہ ابنِ یداللہ

سر نیزے پہ ہے یہ صاحبِ معراج کا کنبہ
[illegible] کا کنبہ

پھر چوم کے ہاتھوں کو یہ بولی وہ خوش اقبال — کیوں اے شرفا زادیو تم سب ہو بحال
لونڈی ہر کوئی ساتھ کہ پوچھوں گی کچھ احوال — فضہؑ نے کہا مجھ سے کہ اے صاحبِ اقبال

سب قوم کے اشراف ہیں خاصانِ خدا ہیں
بے وارث و والی ہیں گرفتارِ بلا ہیں

زینبؑ نے نظر فضہؑ پہ کی منہ کو پھرا کے — خود ہند سے فرمانے لگی سر کو جھکا کے
محتاج ہوئے تھے کبھی سادات ردا کے — اے بی بی گنہگار ہیں ہم اہلِ جفا کے

کنبہ ہے بلاؤں میں یہ شہِ کرب و بلا کا
لُٹا ہوا کنبہ ہے یہ شاہِ شہدا کا

حیران ہوئی ہند کہ شاہِ شہدا کون — یہ نام سنا آج شہِ کرب و بلا کون
پوچھا کہ بھلا خیر ہے یہ فاطمہؑ کا کون — میں واری گئی آپ کی ہیں خیرِ نسا کون

بیٹی کوئی زہراؑ کی ہے اُن میں کہ بہو ہے
بالکل کسی بی بی میں مری بی بی کی بو ہے

صاحب ابھی ہوش اتنا ہی مجھ بے سر و پا کو — بھولی ہوں نہ زینبؑ کو نہ میں خیرِ نساؑ کو
پہچانتی تو ہوں دخترِ حیدرؑ کی ضیا کو — آنکھیں ہی بچھی آئی ہیں اُس نورِ خدا کو

زہراؑ کی طرح خاص قدیرِ ازلی ہو
سو میں ہوں لاکھوں میں تم ہی بنتِ علیؑ ہو

زینبؑ نے فغاں کی کہ یہ اصرار غضب ہے — زینبؑ کا بڑا رتبہ بڑا نام و نسب ہے
اِس ذلت و خواری کی سزاوار وہ کب ہے — بی بی وہ جگر بند شہنشاہِ عرب ہے
میں پیاروں ہوئی کاہے کو ہونے لگی زینب
یہ کہتے ہی منہ ڈھانپ کے رونے لگی زینب

اُس دم سرِ شبیرؑ پہ لرزہ ہوا طاری — آنکھوں سے لہو منہ سے یہ کلمہ ہوا جاری
اے ہند یہی خواہرِ بیکس ہے ہماری — بڑھ کر وہ پکاری میں اس آواز کے واری
ہے ہے مرے مولا یہ ترا سر ہے لگن میں
ہے ہے مری شہزادی یہ زینبؑ ہے رسن میں

آقا کہو لشکر کو کہاں چھوڑ کے آئے — قاسمؑ کو نہ لائے علی اکبرؑ کو نہ لائے
عباسؑ کے رخسار منور نہ دکھائے — اصغر نہیں ہنڈلی کے جھولے میں جھلائے
آواز دی یہ سر نے کہ تنہا نہیں ہم ہیں
سب کنبہ کے سر نیزوں کی نوکوں پہ علم ہیں

چلائی سکینہؑ کہ میں قربان تمہارے — بازو مرے کھلوا دو یداللہ کے پیارے
بعد آپ کے ظالم نے طمانچے مجھے مارے — نیلے ہیں طمانچوں سے یہ رخسار ہمارے
للّٰہ اسیروں کی خبر لیجئے بابا
چادر پھوپی اماں کی دلا دیجئے بابا

عزیزو حادثہ تو فلک دکھاتا ہے — حرم کا قافلہ پیشِ یزید جاتا ہے
گلے بندھے ہیں اِن سب کا تھرتھراتا ہے — نہ سانس لیتے ہیں قیدی نہ بولا جاتا ہے
جو گرتے ہیں تو ستمگار نیزے مارتے ہیں
وہ رو کے حیدرؑ کرار کو پکارتے ہیں

کہوں اسیروں کا سب حال یہ مجال ہے کیا — یہ ہاتھ بندھنے کا مضمون ہی دست بستہ کھڑا
ہوا ہے بیڑیوں سے بس کہ غلغلہ پیدا — بتولؑ خلد میں حیدرؑ کو دیتی ہے صدا
بلند کرتی ہے فریاد یا علی زینبؑ
چلو یزید کے دربار میں چلی زینبؑ

نئی جفا ہے کہ بارہ گلے اور ایک رسن — اور اس رسن پہ ہی طوق گراں کا رنج و محن
کہیں سنا ہے کہ دو طوق اور اک گردن — اور ایک پاؤں میں بھاری دو حلقۂ آہن
جو پاس آکے لعین نیزوں سے ڈراتے ہیں
خدا کے واسطے بچے انہیں دلاتے ہیں

جناب راوی کے کہنے میں کانپتی ہے زباں — غرض کہ داخل مجلس ہوئے بہ آہ و فغاں
مگر کہ آئے حضورِ یزیدِ بے ایماں — کہ چوب بید تھی اور شاہ کے لب و دنداں
چھڑی تو ایک تھی پر ظلم دو نمایاں تھے
بزیرِ چوب کبھی لب تھے گاہ دنداں تھے